جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ

الحمد للہ کہ رسالہ مسمّٰی

لسان الغیب

مؤلفہ
حضرت مولانا حکیم فیروز الدین احمد صاحب طغرائی
امرتسری مدظلہ

باہتمام منشی مولا بخش صاحب کشتہ تاجر کتب امرتسر
روزبازار اسٹیم پریس امرتسر میں چھپا
تعداد .... قیمت ۲/

IQBAL ACADEMY LIBRARY Acc. No. LAHORE

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

دورِ حاضر میں ڈاکٹر شیخ محمد اقبال پی ایچ۔ ڈی بیرسٹر ایٹ لا نے ایک فارسی مثنوی مولانائے روم کی طرز پر "اسرارِ خودی" کے نام سے تصنیف فرمائی ہے جسے نہایت دیدہ زیب لکھائی چھپائی کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔ ادبی دنیا کو اس مثنوی کا ایک مدت سے انتظار تھا، اور ایک طویل کاوش کا نتیجہ ہونے کی وجہ سے توقع کیجاتی تھی کہ یہ نظم ڈاکٹر صاحب کی تمام نظموں کے لئے مایۂ ناز ثابت ہوگی، لیکن خلافِ توقع اسکا مطالعہ یاس آفرین ثابت ہوا۔ جسکی بظاہر دو وجہیں معلوم ہوتی ہیں:۔

(۱) مضمون اور انداز دونوں ایسے تھے جن سے

عہدہ بر آ ہونا صرف ارباب مشاہدہ کا خاصہ ہے؛

(۲) زبان بھی اختیار کی گئی جس میں مصنف کو کافی مشق اور پختہ کلامی حاصل نہ تھی؛

دیباچہ میں "خودی" کے معنی "احساس نفس" یا "تعین ذات" ظاہر کئے گئے ہیں اور اس امر کی خصوصیت کی ساتھ تصریح کی گئی ہے کہ یہ لفظ عام طور پر جن معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے اس نظم میں وہ مراد نہیں، حالانکہ جس شعر سے استشہاد کیا گیا ہے اس سے مشہور و مستعمل معنوں کے سوا کوئی خاص اصطلاح مفہوم نہیں ہوتی - وہ شعر یہ ہے :-

غریق قلزم وحدت دم از خودی نزند | بود محال کشیدن میان آب نفس

ظاہر ہے کہ اس شعر میں لفظ "خودی" بمعنے خود بینی اور غرور استعمال ہوا ہے - اگر ڈاکٹر صاحب کے مزعومہ معنی لئے جائیں تو شعر مہمل اور بے لطف ہو جائیگا؛ بہر کیف ہمیں اس سے بحث نہیں، جن نا بالغ

خصوصیت رکھتا تھا ہمیں اس مثنوی کے متعلق قلم اٹھانے پر مجبور کیا ہے وہ یہ ہے کہ مصنف نے اس کتاب کے صفحہ ۶۶ پر لسان الغیب خواجہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں انتہائی بے ادبی بلکہ گستاخی کرتے ہوئے انکو مسلک گوسفندی کے سالک ترک حیات کی تعلیم دینے والے، اور مغوی اقوام وغیرہ رکیک الفاظ سے یاد کیا ہے۔ ہم ازروئے انصاف خواجہ حافظ رح کے متعلق اس بات کی تحقیق کرنا چاہتے ہیں کہ آیا فی الحقیقہ انکا حال و قال اسی سلوک کے قابل تھا جو اس مثنوی کے مصنف نے انکے حق میں روا رکھا یا ان کی شان اس ہرزہ درائی سے ارفع و اعلیٰ ہے؟

سب سے پہلے ہم ان اشعار کو بالاقتباس نقل کرتے ہیں جو بیسویں صدی کے اس ہندی فلاسفر نے بلبل شیراز کے نغموں کے متعلق اپنی خوش فہمی کی بنا پر قلمبند کئے ہیں:۔

ہوشیار از حافظ صہبا گسار　　جامش از زہر اجل سرمایہ دار

رهن ساقی خرقهٔ پرهیز او — می علاج هول رستاخیز او
نیست غیر از باده در بازار او — از دو جام آشفته شد دستار او
رفت و شغل ساغر و ساقی گذاشت — بزم رندان و می باقی گذاشت
چون جرس صد ناله رسوا کشید — عیش هم در منزل جانان ندید
مسلم و ایمان او زنّار دار — رخنه اندر دینش از مژگان یار
دعوی او نیست غیر از قال و قیل — دست او کوتاه و خرما بر نخیل
آن فقیه ملّت میخوارگان — آن امام امّت بیچارگان
گوسفندی هست و نوا آموختست — عشوه و ناز و ادا آموختست
ضعف را انام توانائی دهد — ساز او اقوام را اغوا کند
بگذر از جامش که در مینای خویش — چون مریدان حسن دارد حشیش
مار گلزاری که دارد زهر ناب — صید را اوّل همی آرد بخواب
باده زن با عرفی هنگامه خیز — زنده‌ای از صحبت حافظ گریز
این فسون خوان زندگی از ما ربود — جام او شان جمی از ما ربود

محفلِ او در خور ابرار نیست | ساغر او قابل احرار نیست
بے نیاز از محفلِ حافظ گزر | الحذر از گوسفندان الحذر

اِن اشعار میں خواجہ علیہ الرحمۃ کو جن بیہودہ الزامات کا نشانہ بنا کر اُن کی روح کو صدمہ پہنچایا گیا ہے، اُن کی وجہ غالباً یہی ہے کہ معترض کو حقیقتِ حال سے آگاہی حاصل نہیں! ورنہ ایک ایسے شخص کی نسبت جسکا نام دنیا کے ہر ایک حصہ میں عزت و احترام کے ساتھ لیا جاتا ہو اور جسکے حلقۂ ارادت کی وسعت اپنی قوم سے متجاوز ہو کر غیر اقوام کے با مذاق افراد پر بھی حاوی ہو بظاہر رندی و مستی کی ذکر کی بنا پر یہ رائے قائم کر لینا کہ شرابی و فاسق و فاجر تھا کسی طرح قرین انصاف نہیں، بلکہ "شعر فہمی عالم بالا" کی مصداق ہے۔

نمائشی زہاد کے لئے تو خواجہ صاحب نے یہ فرمایا ہے :-

زاہد ظاہر پرست از حالِ ما آگاہ نیست | در حقِ ما ہر چہ گوید جای ہیچ اکراہ نیست

لیکن ڈاکٹر صاحب کی نوعیت کے معترضوں کی نسبت اسطرح

اشارہ کیا ہے :-

بادہ با محتسب شہر ننوشی زنہار کہ خورد باتو می وسنگ بجام اندازد

ملا سید محمد عرفی شیرازی جیسا خودستا اور مغرور شاعر جسکو

خود ڈاکٹر صاحب خواجہ پر ترجیح دیتے ہوئے اپنی مثنوی کے

ناظرین کو اُسکے ساتھ شراب خواری کی تلقین فرماتے ہیں ، خواجہ

کی نسبت اِن الفاظ میں اظہار عقیدت کرتا ہے :-

بگرد مرقد حافظ کہ کعبۂ سخن است درآمدیم بعزم طواف دَر پرواز

دوسری جگہ کہتا ہے :-

بر آں تتبّع حافظ روست چوں عُرفی کہ دل لکا وو ورد سخنوری دائم

مرزا صائب اصفہانی جسکی صحیح المذاقی میں کسی کو کلام نہیں

ہوسکتا سب سے زیادہ خواجہ حافظ کا معترف تھا، چنانچہ ایکدفعہ

کاذکر ہے کہ اُس نے احباب کے اصرار سے خواجہ کی غزل پر ایک غزل

لکھی مگر ساتھ ہی مقطع میں حسب ذیل معذرت بھی کردی :-

صائب چہ تواں کرد بہ تکلیف عزیزاں ورنہ طرفِ خواجہ شدن بے بصری بود

ایک اور غزل میں کہتا ہے :-

رواست صائب اگر نیست از رہِ دعوے تتبع غزل خواجہ گرچہ بے ادبی است

سلیم لکھتا ہے :-

سلیم معتقد نظم خواجہ حافظ باش کہ نشہ بیش بود در شراب شیرازی

مولٰنا جامی "بہارستان" کے روضۂ ہفتم میں لکھتے ہیں :-

"خواجہ حافظ شیرازی علیہ الرحمۃ اکثر اشعار او لطیف و مطبوع است و بعضے بسر حد اعجاز رسیدہ چوں بر اشعار وے اثرِ تکلیف نیست وی را "لسان الغیب" لقب کردہ اند"

مؤلف آتشکدہ آذر خواجہ کے تذکرہ میں لکھتا ہے :-

"نظر بکمالات معنوی شاعری ووانِ مرتبہ الیشا نیست۔ ابیات دلکش و اشعار خوشش آنجناب بمذاق عاشقانِ عارف و

عارفان عاشق موافق و کلام ایشاں را حالتے ہست کہ در گفتار ہیچیک از استاداں نیست و بکلام ہیچیکے مشتبہ نمے شود ہمانا واردات غیبی است، بایں جہت از بزرگاں لسان الغیب لقب یافتہ، گویند شاہ قاسم انوار کہ از اکابر سلسلہ علیہ است معتقد کلام ایشاں بودہ و اکثر اوقات بصحبت دیوان حافظ بسر بردہ سخنانش از تکلفات خالی و ابیات دلاویزش حالیست، یا صنات کشیدہ و ساغر مراد چشیدہ، و سلطان احمد جلائر نظر بفرط اخلاص بکرار از بغداد خواہش ادراک صحبت خواجہ کردہ و ازو التماس رفتن بغداد کردہ و خواجہ نظر بہمت بلند از شیراز حرکت نکردہ"

علامہ شبلی "شعر العجم" کے حصہ دوم میں بحوالہ "ہفت اقلیم امین رازی" لکھتے ہیں:-

"قرآن اور تفسیر کے ساتھ اُن کو خاص لگاؤ تھا، دیوان

کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ تفسیر کشاف پر حاشیہ بھی لکھا تھا، خود فرماتے ہیں:۔

زحافظان جہاں کس چو بندہ جمع نکرد لطائف حکما با نکات قرآنی

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خواجہ صاحب قرآن مجید کی تفسیر میں معقول کو منقول سے تطبیق دیتے تھے، فن قرأۃ میں کمال تھا، اسکے ساتھ خوش آواز تھے، معمول تھا کہ ہمیشہ جمعہ کی رات کو مسجد کے مقصورہ میں تمام رات خوش الحانی کے ساتھ قرآن مجید پڑھتے۔

قرآن مجید حفظ یاد تھا اور اس مناسبت سے حافظ تخلص رکھا تھا"۔

یہ ہے خواجہ کی علمی حالت، کیا اس قسم کا شخص فاسق و فاجر ہو سکتا ہے؟ اور اسکی نسبت یہ کہنا انصاف اور حق گوئی پر مبنی ہے؟

"نخلِ او در خورِ ابرار نیست ساغرِ او قابلِ احرار نیست
دعوی او نیست غیر از قال و قیل دستِ او کوتاہ و خرما بر نخیل"

آگے چلکر مولٰینا شبلی لکھتے ہیں :-

"غرض یہ بالکل غلط ہے کہ خواجہ صاحب ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ گئے تھے اور کسبِ معاش کی کچھ فکر نہ کرتے تھے، البتّہ فرق یہ ہے کہ اُن کے تمام معاصرین بلکہ بیشتر و نہایت ذلیل طریقوں سے کام لیتے تھے خواجہ صاحب اس سفلہ پن سے بری ہیں۔"

اس شہادت کی موجودگی میں ڈاکٹر صاحب کا یہ مقولہ کس حد تک قابلِ اعتنا سمجھا جا سکتا ہے :-

"آں امامِ اُمّتِ بیچارگاں"

خواجہ کی معاشرت کے متعلق مولانا رقمطراز ہیں :-

"نہایت سادگی اور آزادی سے بسر کرتے تھے، حافظ

قرآن تھے۔ قرآن مجید کے نکات اور حقائق پر درس دیتے تھے۔ لیکن باایں ہمہ اظہارِ تقدس سے نہایت نفرت رکھتے تھے، صاف دل اور بے تکلف تھے۔"

استغفراللہ ان اوصاف پر یہ بدگوئی اور شماتت سچ ہے ؎

ہنر بچشم عداوت بزرگتر عیبے است

اگر خواجہ حافظ نے برسبیل "گفتہ آید در حدیث دیگراں" بظاہر شراب، رندی اور مستی کا تذکرہ کیا ہے، تو یہ جرم صرف انہیں تک محدود نہیں بلکہ بڑے بڑے متورع اور متشرع بزرگوں نے بھی جن کی ولایت اور کرامت میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا، اس قسم کے اشارات سے کام لیا ہے۔

مولانا جامی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں :-

زاہد کہ عیب بادہ فشاراں ہمی کند ۔۔۔ در تنگنائے توبہ و تقویٰ فسردہ بہ

کجاست ساقی پیماں شکن کہ بفروشیم ۔۔۔ متاع توبہ و تقویٰ بیک دو پیمانہ

وقت گل و می مطرب دولتیست تا دانی — دولتی چنین دریاب ای ہلال دولت ثانی

باشد از شرب یا مشرب رندان صافی — عیب رندان مکن انخواجہ زہے الصافی

پیش شیخ شہر رندار از دست جامی — مرید عشوہ ساقی ہست او و عشوہ می

می چپیست جذب عشق کہ یار را و نیک را — سازد تہی ز وسوسۂ نیکی و بدی

در شرع عشق ہر چہ بہ نزد ملا ضلالتست — خوش آنکہ شد بشارع میخانہ مہتدی

حضرت مولانا جلال الدین محمد البلخی ثم الرومی قدس اللہ سرہ جن سے ڈاکٹر صاحب کو بھی خاص عقیدت ہے، اور جنکی خدا شناسی و حق پرستی کا اک زمانہ معترف ہے، فرماتے ہیں :-

چندیں بریز بادہ کز خود شوم پیادہ — کاندر خودی و ہستی غیر از تعب ندیدم

ساقی بیار بادہ و بختم بلند کن — در حلقہائے زلف دلم را کمند کن

جامے چو آفتاب پر آتش بگیر زو — در کش بروی چون قمر شہر یار ما

کیست کہ بنمایدم راہ خرابات را — تا بدہم مزد او حاصل طاعات را

کاشتہ ہند بہشت عار نیم زاہدا — تا بگرو کردمے وجہ خرابات را

نفسے یار شیر اگم نفسے جفت کبابم — چو دریں دو خراگم چہ کنم دو زبار را

حریف درد و رخ آشامان مستم — کہ بشگافند سقف سبز گوں را

نبست کند مست کند بیدل و بستہ کنید — بادہ و بد مست کند ساقی خمار ما

گر بحجرے بر بزمی ما سیر پرنگ دیم — زیر انگوں نہادی در سر کدو تہما را

از برائے علاج باخبری — در فگن در نبید افیوں را

دل پُر خوں ببیں تو اے ساقی — در دہ آں جام لعل جیحوں را

شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ بھی جنکی نسبت مولینا شبلی جیسا محقق مورخ حسب ذیل شہادت دیتا ہے کہ "شیخ کا شمار صوفیہ کبار میں ہے اور بلاشبہ وہ پاکیزہ... ...باطن اور صاحب حال تھے"، اپنے کلام کو رندی اور مستی کے مضامین سے بری نہیں رکھ سکے، چنانچہ لکھتے ہیں:

مؤذن غلط گفت بانگ نماز — مگر ہمچو من مست و مدہوش بود

ای محتسب از جواں چہ ترسی — من توبہ نمے کنم کہ پیرم

من آن نیم کہ حلال از حرام نشناسم شراب با تو حلال است و آب بے تو حرام

سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس اللہ روحہ جو صوفیہ کرام میں ایک نہایت بلند پایہ بزرگ ہوئے ہیں اپنے دیوان میں فرماتے ہیں :-

دگر کہ غمزۂ ساقی کرشمہ فرمود کہ ہوش و صبر ز مستان بزم عشق ربود

روز یکہ یار جام صفا پُر زمی کند عاشق درآن و فا ز جفا یاد کی کند

بنار عشق صوفی خرقہ پشمین بسوزد بہ کہ از ہر موی او صد رشتہ زنّار می تابد

می پرستاں پی آن جرعہ کہ بر خاک فگند مست و مدہوش کوی خرابات از آن آمدہ اند

جرعۂ زین بادۂ جاں بخش اگر ریزی بخاک ہای و ہوی عشق برخیزد ز اموات قبور

من از کنج خرابات جمالے دیدہ ام واقف کہ چندین سال محتسبم بمحراب و منبر جا تش

قطع نظر ازیں خواجہ حافظ نے جس شراب اور مستی کا اپنے کلام میں جابجا ذکر کیا ہے اس کی کیفیت اشعار ذیل سے واضح ہے :-

سر ز مستی بر نگیرد تا بہ صبح روز حشر ہر کہ چون من در ازل یک جرعہ خورد از جام دوست

غرض ز مسجد و میخانہ ام وصال شماست — جز این خیال ندارم خدا گواہ منست

بہیچ زور نخواہند یافت ہشیارش — چنیں کہ حافظ ما مست بادۂ ازل است

"اسرار خودی" کے مصنف نے خواجہ پر زلزلہ ریزی کرتے ہوئے زیادہ زور اس بات پر صرف کیا ہے کہ انھوں نے افسردگی، پژمردگی اور عزلت کی تعلیم دینے کے سوا دنیا کو کوئی مفید سبق نہیں دیا، اس بنا پر ہم ذیل میں انکے افادات سے بطور مشتے نمونہ وہ اشعار ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں جن کو تحریک عمل اور الفاظ جذبات کے اعتبار سے ولولہ انگیزی اور جوش آفرینی کا بہترین نمونہ کہنا چاہیے:-

ولولہ انگیزی اور اولوالعزمی

بیا تا گل برافشانیم و می در ساغر اندازیم — فلک را سقف بشگافیم و طرح نو در اندازیم

اگر غم لشکر انگیزد کہ خون عاشقاں ریزد — من و ساقی بہم سازیم و بنیادش بر اندازیم

چو در دست است رودے خوش بزن مطرب سرودے خوش — کہ دست افشاں غزل خوانیم و پاکوباں سر اندازیم

گرچہ گرد آلود فقرم شرم باد از ہمتم — گر بآبِ چشمۂ خورشید دامن تر کنم
عاشقاں را گر در آتش مے پسندد لطفِ دوست — تنگ چشمم گر نظر بر چشمۂ کوثر کنم

حافظ آبِ رخ خود بر درِ ہر سفلہ مریز — حاجت آں بہ کہ بر قاضیِ حاجات بریم

چو طفلاں تا کے اے زاہد فریبی — بہ سیبِ بوستان و شہد و شیرم
من آں مرغم کہ ہر شام و سحرگاہ — ز بامِ عرش مے آید صفیرم
خوشا آندم کہ استغنائے مستی — فراغت بخشد از شاہ و وزیرم

من ملک بودم و فردوس بریں جایم بود — آدم آورد دریں دیرِ خراب آبادم
سایۂ طوبیٰ و دلجوئیِ حور و لبِ حوض — بہ ہوائے سرِ کوئے تو برفت از یادم

اِن اشعار میں اُلوالعزمی، خودداری اور عالی ہمتی کے مضامین نہایت برجستگی اور خوش اسلوبی کے ساتھ ادا کئے گئے ہیں اور بفحوائے خَیرُ الکَلامِ مَا قَلَّ وَدَلَّ ایک ہمہ گیر انداز سے وہ مطالب بیان کر دیے ہیں جن کی توضیح سے ڈاکٹر صاحب کی طویل و عریض مثنوی بھی عُہدہ برآنہ ہو سکی۔

تجربات عمل

ماهِ کنعانی من مسند مصر آن تو شد — وقت آنست که بدرود کنی زندان را

در بیابان فنا گم شدن آخر تا چند — ره بپرسیم مگر پی به مهمات بریم

دایم گل این بستان شاداب نمی ماند — دریاب ضعیفان را در وقت توانائی

ای دل بکوی عشق گذاری نمیکنی — اسباب جمع داری و کاری نمیکنی

بوقت گل خدا را توبه بشکن — که عهد گل ندارد استواری

آخر الامر گل کوزه گران خواهی شد — حالیا فکر سبو کن که پر از باده کنی

ابدل شباب رفت و نچیدی گلی ز عمر — پیرانه سر بکن هنری ننگ و نام را

دهقان سالخورده چه خوش گفت با پسر — ای نور چشم من بجز از کشته ندروی

زهره ساز خود نمی گیرد مگر عودش بسوخت — کس ندارد شوق مستی میگساران را چه شد

گوی توفیق و کرامت در میان افکنده اند — کس بمیدان در نمی آید سواران را چه شد

صد هزاران گل شکفت و بانگ مرغی بر نخاست — عندلیبان را چه پیش آمد بهاران را چه شد

[illegible] بی عملی و [illegible] — [illegible] علم بی عمل است

بعزم مرحلۂ عشق پیش نہ قدمے — کہ سودہا بری ار این سفر توانی کرد

گل مراد تو آنگہ نقاب بگشاید — کہ خدمتش چو نسیم سحر توانی کرد

عیان نشد کہ چرا آمدم کجا بودم — دریغ و درد کہ غافل ز کار خویشتنم

اس قسم کے اشعار کا مطالعہ کرنے کے بعد کوئی منصف مزاج شخص خواجہ علیہ الرحمۃ کی نسبت یہ کہنے کی جرأت نہیں کرسکتا کہ انھوں نے اقوام عالم کو نکما رہنے اور گوشۂ عزلت اختیار کرنے کی تعلیم دی ہے!

صبر و استقلال

عشق بازی را تحمل باید ای دل استوار — گر بلائی بود بود و گر خطائی رفت رفت

گویند سنگ لعل شود در مقام صبر — آرے شود ولیک بخون جگر شود

ایدل صبور باش و مخور غم کہ عاقبت — از شام صبح گردد و از شب سحر شود

مکن ز غصہ شکایت کہ در طریق ادب — براحتی نرسید آنکہ زحمتے نکشید

صبر کن حافظ بسختی روز و شب — عاقبت روزے بیابی کام را

نازپرورد تنعم نبرد راه بدوست | عاشقی شیوهٔ رندان بلاکش باشد

یوسف گم گشته باز آید بکنعان غم مخور | کلبهٔ احزان شود روزی گلستان غم مخور

در بیابان گر بشوق کعبه خواهی زد قدم | سرزنشها گر کند خار مغیلان غم مخور

گر دو روزی دور گردون بر مراد ما نگشت | دائما یکسان نماند حال دوران غم مخور

دلا ز ہجر مکن ناله زانکه در عالم | غم است و شادی و خار و گل و نشیب و فراز

دلا خنال نشاطی که صبح دریی است | که نیش و نوش بهم باشد و نشیب و فراز

غنچه گو تنگدل از کار فرو بسته مباش | کز دم صبح مدد یابی و انفاس نسیم

در رہ منزل لیلی که خطرہاست بجان | شرط اول آنست که مجنون باشی

عاقبت دست بر آن سرو بلندش برسد | ہر کہ را در رہ او دست طلب قاصر نیست

فراز و شیب بیابان عشق دام بلاست | کجاست شیر دلی کز بلا نپرہیزد

دلا بسوز که سوز تو کارہا بکند | دعائی نیم شبی دفع ہر بلا بکند

ضبط نفس اور استقلال کی جو ترغیب تعلیم ان اشعار میں دی گئی ہے وہ کسی نے لوٹ اور ... طبیعت کو

خواجہ کی نسبت سوءِ ظن پھیلانے اور بہانات دل آسں کی صحبت سے تحذیر و تخویف کا اعلان کرنیکی ہرگز اجازت نہیں دیسکتی، لیکن جن طبائع سے خودی اور خود ستائی نے حق نیوشی اور سپاس گزاری کا مادّہ سلب کرلیا ہو اُنکو آفتاب پر خاک ڈالنے کی سعی بے حاصل سے روکنا "نعمہ بہ کر سرودن" کا مصداق ہوگا!

حزم و احتیاط

دور است سرِ آب درین بادیہ ہشدار | تا غول بیابان نفریبد بسرابت
تا در رہ پیری بچہ آئین روی ای دل | باری بغلط صرف شد ایام شبابت

جبریدہ رو کہ گزرگاہ عافیت تنگ ست | پیالہ گیر کہ عمر عزیز بے بدل است
گرچہ راہیست پر ازبیم زما تا بردوست | رفتن آسان بود ار واقف منزل باشی

در آستین مرقع پیالہ پنہاں دار | کہ ہمچو چشم صراحی زمانہ خونریز ست

حزم و احتیاط کے متعلق جس سے بہتر ارباب طریقت کے لیے

کوئی دلیل راہ نہیں ہو سکتا، اِن شعروں میں ایسی قابل قدر ہدایات ہیں جن پر عمل پیرا ہونا منزلِ مقصود تک پہنچنے کے لئے بہترین کفالت ہے۔ باایں ہمہ اگر خواجہ صاحب "اغوائے اقوام" کے ملزم ہیں، تو، ع

چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

فلسفۂ اخلاق

خلل پذیر بود ہر بنا کہ می بینی
مگر بنائے محبت کہ خالی از خلل است

بحسنِ خُلق تواں کرد صید اہلِ نظر
بدام و دانہ نگیرند مرغ دانا را

قفا خوریم و ملامت کشیم و خوش باشیم
کہ در طریقتِ ما کافریست رنجیدن

ما قصۂ سکندر و دارا نخواندہ ایم
از ما بجز حکایتِ مہر و وفا مپرس

مباش درپئے آزار و ہر چہ خواہی کُن
کہ در طریقتِ ما غیر ازیں گناہے نیست

عیب درویش و تونگر بہ کم و بیش بد است
کار بد مصلحت آنست کہ مطلق نکنیم

حافظ ار خصم خطا گفت نگیریم بر او
ور بحق گفت جدل با سخن حق نکنیم

به پیر میکده گفتم که چیست راه نجات
بخواست جام می و گفت عیب پوشیدن

تو بندگی چو گدایان بشرط مزد مکن
که خواجه خود روش بنده پروری داند

من آن نگین سلیمان بهیچ نستانم
که گاه گاه برو دست اهرمن باشد

تکیه بر جای بزرگان نتوان زد بگزاف
مگر اسباب بزرگی همه آماده کنی

تاج شاهی طلبی گوهر ذاتی بنمای
ور خود از گوهر جمشید و فریدون باشی

حافظا می خور و رندی کن و خوش باش ولی
دام تزویر مکن چون دگران قرآن را

در میخانه ببستند خدایا مپسند
که در خانهٔ تزویر و ریا بگشایند

چنان بزی که اگر خاک ره شوی کس را
غبار خاطری از رهگذار ما نرسد

بسی تجربه کردیم درین دیر مکافات
با دردکشان هر که در افتاد بر افتاد

پند حکیم عین صواب است و محض خیر
فرخنده بخت آنکه بسمع رضا شنید

نفاق و زرق نبخشد صفای دل حافظ
طریق رندی و عشق اختیار خواهم کرد

چو طهارت نبود کعبه و بتخانه یکیست
نبود خیر در آن خانه که عصمت نبود

صد ملک دل به نیم نظر میتوان خرید
خوبان درین معامله تقصیر میکنند

آتش آن نیست که از شعلهٔ او خندد شمع   آتش آنست که در خرمن پروانه زدند

نیکنامی خواهی ای دل با بدان صحبت مدار   خودپسندی جان من برهان نادانی بود

شاه را به بود از طاعت صدساله زهد   قدر یکساعت عمری که درو داد کند

خواجہ صاحب کے بعض اشعار پر ڈاکٹر صاحب نے خصوصیت کے ساتھ اعتراض کرتے ہوئے اُنکا ذکر جزئی طور پر اپنی مثنوی میں بطریق ذیل کیا ہے :-

نیست غیر از بادہ در بازار او   از دو جام آشفتہ شد دستار او

رہن ساقی خرقہ پرہیز او   می علاج ہول رستاخیز او

رفت و شغل ساغر و ساقی گذاشت   بزم رندان ہمئے باقی گذاشت

چوں جرس صد نالہ رسوا کشید   عیش ہم در منزل جاناں ندید

مسلم و ایمان او زنار دار   رخنہ اندر دینش از مژگان یار

دعوی او نیست غیر از قال و قیل   دست او کوتاہ خرما بر نخیل

ہم چاہتے ہیں کہ اس مقام پر اُن کو تمامہا نقل کرنے کے

بعد نمبروار تشریح کردیں تاکہ ناظرین کرام کو معلوم ہو جائے کہ حقیقت حال کیا ہے اور ڈاکٹر صاحب نے اپنی خوش فہمی کی بنا پر کیا نتائج اخذ کئے ہیں:-

صوفی از سر خوش از نسیت کج کرد کلاہ   بدو جام دگر آشفتہ شود دستارش

شرح:- صوفی سے مراد عالم ظاہر ہے، جام سے وہی شراب معرفت کا جام مقصود ہے؛ الحاصل شاعر کہتا ہے کہ ظاہر بین عالم جو ابھی ابھی اہل حال کا شریک محفل ہوا ہے اور علم تاثر پر اترا رہا ہے، ذرا صبر تو کرے، عرفان الٰہی کے ایک دو جام اور نوش کرنے پر مدہوش ہو جائیگا؛ اس سے جذبہ حقیقت کا اظہار مطلوب ہے؛

پیالہ در کفنم بہ کہ تا سحر گہ حشر   بہ می ز دل ببرم ہول روز رستا خیز

شرح:- پیالہ تسمیۃ الحال باسم المحل کی قبیل سے ہے اور بمعنی شراب واقع ہوا ہے جو کنایہ ہے عشق الٰہی سے، حاصل

یہ کہ مرشد کامل سے خطاب کرتا ہے کہ عشق الٰہی میرے دل میں

بھر دے تاکہ مرتے وقت میرے ساتھ ہو اور اس کی وجہ سے

قیامت کے دن کا خوف میرے دل سے دور رہے۔ مقصد

یہ ہے کہ لوگ عشق الٰہی کے فوائد سے آگاہ ہو جائیں اور اس

کے حصول کی کوشش کریں۔

بدہ ساقی مئے باقی کہ در جنت نخواہی یافت کنارِ آبِ رکن آباد و گلگشت مصلّٰی را

شرح:۔ ساقی مرشد سے، شراب شاہد حقیقی کی محبت سے

اور آبِ رکن آباد و گلگشت مصلّٰے دنیا سے کنایہ ہے۔

الحاصل - اے مرشد اسرار محبت سے جو اہل مودت کے لئے

سرور افزا ہیں مجھے آگاہ کر، کیونکہ دنیا جو حصول معرفت اور

ادراک مدارج کا مقام ہے جنت میں میسر نہیں آسکیگی

یہاں بھی کمال روحانی کے ادراک کی خواہش کیگئی ہے، اور

اہل مطالعہ کے لئے ایک زبردست ترغیب ہے۔

مرا در منزل جاناں چہ امن و عیش چوں ہر دم   جرس فریاد می دارد کہ بربندید محملہا

شرح :- منزل جاناں سے مراد حصول عرفان کا محل یعنی دنیا ہے، جرس سے ملک الموت اور محمل سے سالک کا وجود ارادہ کیا گیا ہے۔

حاصل کلام یہ کہ مجھے دنیا میں جو کہ حصول عرفان الٰہی کا مقام ہے، کیا امن اور عیش ہو سکتا ہے، جبکہ ملک الموت ہر وقت کوچ کی تیاری یاد دلا رہا ہے۔ اس شعر میں فرصت کی کمی اور دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ کھینچا گیا ہے، جو تحریک للعمل اور تحذیر عن المعاصی کا بہترین پیرایہ ہے +

شاہداں گر دلبری زینساں کنند   زاہداں را رخنہ در ایماں کنند

شرح :- شاہد مرشد کامل سے، دلبری کشف و توجہ سے اور زاہد ظاہر پرست عابد سے کنایہ ہے۔

فرماتے ہیں کہ اگر مرشد کامل نے اسی طرح کشف و توجہ کا ظہار

کیا تو اہل ظاہر ضرور اسطرف کھنچے چلے آئینگے اور اُن کے ظاہری

ایمان میں ضرور رخنہ پڑجائے گا۔ اس سے حقیقت پرستی کے

ذوق کو عام کرنا مقصود ہے۔

پائے ما کوتاہ و منزل بس دراز   دست ما کوتاہ و خرما بر نخیل

تشریح:- اس شعر کا مطلب نہایت صاف ہے۔ پائے کوتاہ

سے کم رفتاری اور دست کوتاہ سے بے عملی مراد ہے۔ شاعر

کو اس مضمون کے ادا کرنے سے کوشش اور کام کرنے

کے لئے غیرت دلانا مقصود ہے۔

یہ ہے خواجہ علیہ الرحمۃ کی اُس تعلیم کا خلاصہ جو اُنھوں نے

دنیا کے سامنے پیش کی، اسقدر ترتیب قضیہ کے بعد ہم اس

معاملہ کو ناظرین کی فراست اور معاملہ فہمی کے سپرد کرتے ہیں

اب وہ خود فیصلہ کرسکتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب کا وہ ریمارک

جو اُنھوں نے اپنی مثنوی میں خواجہ حافظ کی تعلیم کے

متعلق کیا ہے کس حد تک حق بجانب ہے، اور کیا اس قسم کا پاکیزہ اور مطلب خیز کلام قابل اعتراض ہوسکتا ہے؟ ڈاکٹر صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ عُرفاء کے رموز واشارات سمجھنے کے لئے ارباب حال کی خدمت میں کچھ عرصہ زانوئے ادب تہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اسرار کائنات محض علوم رسمیہ کی تحصیل اور بحث و مباحثہ سے معلوم نہیں ہوسکتے اس کے لئے مجاہدہ، ریاضت، وجدان اور کشف سے استمداد کرنی چاہیئے۔ خواجہ صاحب نے بقول مولانا شبلی اُرباب ذوق و مشاہدہ کا نام ساقی، بادہ فروش اور رند رکھا ہے اور اسی بنا پر وہ ہر جگہ پیر مغاں اور بادہ فروش کی حلقہ بگوشی کا دعوےٰ کرتے ہیں، اور اُن کے مقابلہ میں علمائے ظاہر کو بے حقیقت سمجھتے ہیں۔ ان اشعار کو بغور ملاحظہ کیجیئے:-

سرّ خدا که عارف سالک بکس نگفت / در حیرتم که باده فروش از کجا شنید

ای که از دفتر عقل آیت عشق آموزی / ترسم این نکته به تحقیق ندانی دانست

مصلحت نیست که از پرده برون افتد راز / ورنه در محفل رندان خبری نیست که نیست

سر ز حیرت به در میکده‌ها بر کردم / چون شناسای تو در صومعه یک پیر نبود

تا ز میخانه و می نام و نشان خواهد بود / سر ما خاک ره پیر مغان خواهد بود

حلقه پیر مغانم ز ازل در گوش است / ما همانیم که بودیم و همان خواهد بود

ساقیا جام میم ده که نگارندهٔ غیب / نیست معلوم که در پردهٔ اسرار چه کرد

تشویش وقت پیر مغان می‌دهند باز / این سالکان نگر که چه با پیر می‌کنند

دوش دیدم که ملائک در میخانه زدند / گل آدم بسرشتند و به پیمانه زدند

ساکنان حرم ستر و عفاف ملکوت / با من راه‌نشین ساغر مستانه زدند

در خانقه نگنجد اسرار عشق و مستی / جام می مغانه هم با مغان توان زد

عشق و شباب و رندی مجموعهٔ مراد است / ساقی بیا که جامی در این میان توان زد

[illegible]

بیا بیا کہ زمانے ز می خراب شویم ۔ مگر رسیم بگنجے دریں خراب آباد

بیا بمیکدہ و چہرہ ارغوانی کن ۔ مرو بصومعہ کانجا سیاہ کارانند

ز کوئی میکدہ برگشتہ ام ز راہ خطا ۔ مرا دگر ز کرم در رہ صواب انداز

یہ عارفانہ اشارات ظاہر کر رہے ہیں کہ خواجہ حافظ کو بادہ فروش، رند اور مے کدہ وغیرہ سے کیا مقصود تھا، اور یہ ڈاکٹر صاحب کے اعتراضات کس سطحیت اور رکاکت کے اسفل السافلین میں گرے ہوئے ہیں ۔

سخن تا نہ سنجی بلب بر میار
کزیں شیوہ آخر پشیماں شوی

IQBAL ACADEMY PAKISTAN
LIBRARY
Acc. No. 16:148
LAHORE

مختصر فہرست کتب

مکمل مسدس حالی مع حیات حالی } مولانا حالی کی مسدس مدوجزر اسلام اور ضمیمہ مع مولانا حالی کی سوانح عمری کے پاکٹ اڈیشن پر نہایت صحت وصفائی اور اعلےٰ لکھائی۔ چھپائی کے ولایتی کاغذ پر طبع ہوئی ہے باینہمہ قیمت ۸/ مجلد ۱۲/

کلام فیروز۔ حضرت فیروز طغرائی امرتسری کی اخلاقی۔ ملکی۔ سوشل۔ مذہبی نظموں کا قابل دید مجموعہ ۴/

عذر شکوہ۔ ڈاکٹر اقبال کے شکوہ کا بہترین جواب ۲/

ذخیرہ معلومات۔ ملک کی نہایت مفید وکار آمد صنعتوں۔ اطبائے حاذق کے صدری نسخوں اور مجرب و بیحد تاثیر گشتہ جات کا خزانہ ۴/

ارمغان جمیل۔ گذشتہ و موجودہ سید القلم حضرات کے مضامین نظم و نثر کا مجموعہ ۴/

وصال یار۔ ہماستانہ اردو غزلیات کا قابل قدر مجموعہ ۱/

یہ اور دیگر ہر قسم کی کتابیں ملنے کا پتہ

منشی مولا بخش کشتہ تاجر کتب امرتسر بازار جھنڈا سنگھ